پروفیسر مولانا مطیع اللہ حقانی *

حضرت مولانا عبدالحق رح کی شخصیت اور آپکی سیاسی اور مذہبی خدمات

ع اے تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم

قدرت کا اٹل قانون ہے کل من علیھا فان (۱)

موت کا پیالہ سب کو پینا ہے بادشاہ ہو یا گدا آقا ہو یا غلام؟ جھونپڑی میں رہنے والا ہو یا محل میں رہنے والا سب کو یہی پیالہ پینا ہے۔ اس اٹل حقیقت کے باوجود مختلف لوگوں کی موت کی حیثیت بھی مختلف ہوتی ہے ایک موت وہ ہے جس کی وجہ سے ایک شخص کی زندگی کے امور معطل ہو جاتے ہیں ایک موت وہ ہے جس سے ایک خاندان کو نقصان پہنچتا ہے مگر ایک موت وہ ہے جس سے ملک قوم اور تمام انسانیت کو نقصان پہنچتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق مرحوم ان شخصیات میں سے ایک ہیں جن کی موت سے تمام عالم اسلام کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی وجہ عظمت ہوتی ہے جو اسے دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے مگر مولانا مرحوم کی ذات میں ہر عظمت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی وہ ایک مقبول عام شخصیت تھے اور علماء کے علاوہ عام لوگ بھی ان کو نہایت عقیدت اور احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے گویا وہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کے پورے پورے مصداق تھے جس میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیلؑ کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر پھر حضرت جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور آسمان میں اعلان کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس بندہ کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھی جاتی ہے اور زمین کے لوگ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بغض کرتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے بغض کرتا ہوں تو بھی اس سے

* چیئرمین شعبہ اسلامیات۔ گورنمنٹ کالج پشاور

بغض کر اسکے بعد جبرائیل بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ اس کے بعد جبرائیل آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے تو آسمان والے بھی اس سے بغض کرنے لگتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین میں بھی بغض رکھی جاتی ہے اور زمین والے بھی اس سے بغض رکھتے ہیں (۲)۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ مرحوم وہ عظیم شخصیت تھے جس نے ساری زندگی لوگوں کو تقویٰ، محبت امن اور بھائی چارے کا سبق دیتے رہے۔ اسکے ساتھ ہی آپ نے پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے حکومت کے ایوانوں میں بھی مسلسل آواز بلند کی۔ مولانا کی مختصر سوانح کچھ اس طرح سے ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق ۷ا محرم الحرام ۷ ۱۳۲ھ بروز اتوار مطابق جنوری ۱۹۱۰ء کو جناب حاجی معروف گل صاحب کے گھر اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی اس کے بعد طورو (ضلع مردان) تشریف لے گئے اور وہاں پر مولانا عنایت اللہؒ اور مولانا عبدالجمیلؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لے گئے۔ پہلے میرٹھ اور امروہہ کے مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ پھر ۷ ۴ ۱۳ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور ۵۲ ۱۳ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ دیوبندی شامل ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۶۲ ۱۳ھ میں ۶۶ ۱۳ھ تک آپ نے دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ (۳)

1947ء میں تقسیم کی وجہ سے آپ دوبارہ ہندوستان تشریف نہ لے جاسکے۔ چونکہ خدمت دین ہی ان کی زندگی کا مشن تھا اسلئے آپ نے خدمت دین کیلئے اپنے ہی گاؤں میں دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی اسوقت یہ دارالعلوم صرف پاکستان اور عالم اسلام میں ہی نہیں بلکہ عالمی دنیا میں ایک مشہور دینی درس گاہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔ ہر سال تقریباً ساڑھے چھ سو کے قریب طلباء اس دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کر لیتے ہیں۔ بندہ 1973ء میں دارالعلوم حقانیہ سے سند فراغت حاصل کر چکا ہے اسوقت اکوڑہ خٹک کی اکثر زمین پتھریلی اور ناقابل کاشت تھی۔ نصف صدی پہلے تو وہ مکمل طور پر وادیِ غیر ذی زرعٍ کا منظر پیش کرتی ہوگی۔ بقول حفیظ جالندھری:

نہ اس میں گھاس اگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمین سے آسمان بھی جھک کے ملتے ہیں

ایسی بے آب وگیاہ اور پتھریلی زمین میں ایک عظیم دارالعلوم کا قیام اور اس کا مرجع خلائق بننا یقیناً اسکے

بانی کے اخلاص اور ان کی للھیت کی روشن دلیل ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا آغاز جتنی بے سروسامانی کی حالت میں ہوا اسکے متعلق عصر حاضر کا ایک محقق رقمطراز ہے:

''حضرت شیخؒ دیوبند میں چار سال مدرس رہے لیکن 1947ء میں تقسیم ہند کے بعد غیر یقینی صورت حال کے پیش نظر آپ نے دیوبند جانے کا ارادہ ترک کر دیا یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ آپ کے حفاظتی انتظامات اور سرکاری خرچ پر سفری معاملات نبھانے کی ذمہ داری حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنے ذمے لی تھی۔ بہر کیف نہایت بے سروسامانی کی حالت میں آپ نے اپنے گھر سے متصل مسجد (محلہ ککے زئی میں) ستمبر 1947ء میں تدریس کا آغاز کیا۔ سفری رکاوٹوں سے مجبور دیوبند میں پڑھنے والے پاکستانی اور افغانی طلباء اس نئی درس گاہ میں حضرت شیخ الحدیث سے دورہ حدیث مکمل کرنے لگے جو جلد ہی دارالعلوم حقانیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔''(۴)

دارالعلوم حقانیہ کی موجودہ عمارت کی بنیاد ۱۸ اپریل 1954ء کو اتوار کے دن حضرت مولانا عبدالحقؒ نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔ یہاں پر اس پیشن گوئی کا ذکر کرنا ضروری ہے جو 20 دسمبر 1826ء کو حضرت شاہ اسمعیل شہید نے سکھوں کے خلاف معرکے کے موقع پر اس مقام پر کی تھی جہاں آج دارالعلوم حقانیہ قائم ہے آپ نے مجاہدین سے فرمایا تھا کہ یہاں سے اپنے خیمے اکھاڑ کر مشرق کی جانب نصب کرو کیونکہ اس مقام کی مٹی سے مجھے علم کی خوشبو آرہی ہے۔(۵)

حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ ایک عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک تحریک کا نام ہے یہ وہ تحریک ہے جو ہر زمانے میں ہر باطل قوت کے خلاف مزاحمت کرتی رہی ہے۔ جب پاکستان میں علماء قادیانیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو حضرت مولانا عبدالحقؒ اور ان کے شاگردوں نے اس معرکہ حق میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ ان کی کوششیں بار آور ہو گئیں اور قادیانیوں کو آئین پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

جس زمانے میں راقم دارالعلوم حقانیہ میں متعلم تھا تو اسوقت پاکستان کے نامی گرامی علماء اس مرکز علمی میں جمع ہو گئے تھے اور تشنگان علم کی پیاس بجھا رہے تھے ان میں بعض اہم شخصیات یہ ہیں۔

(۱) حضرت مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ: کافی عرصے تک دارالعلوم حقانیہ سے منسلک رہے۔ بڑی بڑی ترغیبات بھی ان کو یہاں سے نہ ہٹا سکیں۔ موصوف ان دنوں ہمیں ابو داؤد شریف اور ترمذی شریف پڑھاتے تھے (موصوف کافی دنوں سے علیل ہیں خدا ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے)

(۲) حضرت مولانا عبدالحلیمؒ: مرحوم ہمیں مسلم شریف پڑھاتے تھے ان کا انداز درس بڑا سادہ اور عام فہم ہوتا تھا ایک دفعہ کسی تقریب کے سلسلے میں بندہ نے ان سے اپنے گاؤں گل آباد آنے کی درخواست کی تھی سواری کا انتظام کئے بغیر مرحوم بس کے ذریعے ہمارے گاؤں تشریف لائے تھے۔ یہاں پر انہوں نے جو خطاب فرمایا تھا حاضرین مدتوں اسے یاد کرتے تھے۔

(۳) حضرت مولانا محمد علیؒ : مرحوم کو علم نحو میں خاص درک حاصل تھا بندہ نے کافیہ ان سے پڑھی تھی طلباء کے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔

(۴) حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب مدظلہ : بندہ ان سے "مقامات" پڑھ چکا ہے نہایت بااخلاق اور ملنسار شخصیت ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے چکے ہیں۔

(۵) حضرت مولانا شفیع اللہؒ : مرحوم ایک بہت وجیہ اور باوقار شخصیت تھے بندہ نے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولانا درخواستی مرحوم نے دارالعلوم کے سالانہ اجتماع میں ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا۔ وزاده بسطة فى العلم و الجسم۔

(۶) حضرت مولانا محمد ہاروتؒ : ایک فقیر منش شخصیت تھے۔ مزاج میں جلال بہت زیادہ تھا۔ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہر وقت درس و تدریس میں منہمک رہتے تھے۔ بندہ "نورالانوار" ان سے پڑھ چکا ہے۔

(۷) دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور ماہنامہ الحق کے مدیر اعلیٰ : حضرت مولانا سمیع الحق صاحب بھی ان دنوں مختلف کتب پڑھاتے تھے۔ موطأ امام مالک کے کچھ اسباق راقم ان سے پڑھ چکا ہے موصوف کے درس میں ادبی رنگ بھی شامل ہوتا اور موقع و محل کی مناسبت سے بعض اوقات اردو اشعار بھی طلبہ کو سناتے تھے۔

(۸) حضرت مولانا عبدالحقؒ مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے مولانا انوار الحق ان دنوں نئے نئے مدرس ہوئے تھے لیکن بندہ ان کا براہ راست شاگرد نہیں رہا۔

مذکورہ بالا حضرت کے علاوہ کچھ اور حضرات بھی تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے چونکہ بندہ ان حضرات کا براہ راست شاگرد نہیں رہا ہے۔ کچھ اس وجہ سے اور کچھ امتداد زمانہ کی وجہ سے ان کے اسمائے گرامی ذہن سے محو ہو چکے ہیں۔

راقم پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے شمار انعامات میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؒ کی شاگردی کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ جن دنوں میں دورہ حدیث پڑھ رہا تھا ان دنوں حضرت مولانا مرحومؒ بخاری شریف پڑھاتے تھے یہ ایک مشہور قاعدہ ہے کہ جو علماء متواتر احادیث کا درس دیتے ہیں ان کا مقلدانہ پہلو اکثر کمزور ہوتا ہے۔ یہ اعزاز حضرت مولانا مرحومؒ کو حاصل ہے کہ سالہا سال تک احادیث کا درس دینے کے باوجود وہ زندگی کے آخری لمحے تک مسلک حنفی پر قائم رہے۔ اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ مرحومؒ دوسرے مسالک کے متعلق اتنا محتاط رویہ قائم کرتے کہ کسی طرح بھی ان کی شان میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔

بندہ کی یہ فطری کمزوری ہے کہ وہ خلوت پسند واقع ہوا ہے خلوت پسند ہونے کی وجہ سے میں آپ کے

شاگردوں کی اس صف میں شامل نہیں ہوں جو اکثر اوقات ان کی خدمت میں حاضر خدمت رہتے تاہم بندہ اپنے ان قلیل اوقات کو بھی جو ان کی صحبت میں میسر آسکے تھے۔ اپنی زندگی کا ایک قیمتی سرمایہ سمجھتا ہے۔

ہے یہی کیا کم کہ تھا میں بھی حریم ناز میں		التفات حسن سے بے خود سہی غافل سہی

نبی کریم ﷺ کی مشہور روایت ہے من تواضع لله رفعه الله (٦)

حضرت مولانا عبدالحقؒ مرحوم تواضع وانکساری کا ایک نمونہ تھے میں نے دارالعلوم حقانیہ میں زندگی کے تین سال گزارے ہیں۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد میں نے دینی علوم کی تحصیل کے لئے اپنے بزرگوں کے مشورے سے دارالعلوم حقانیہ کا انتخاب کیا۔ ایک طویل مدت گزرنے کے باوجود میں جب کبھی اکوڑہ خٹک کی سرزمین سے گزرتا ہوں تو یقین جانئے میرے دل و دماغ میں اس سرزمین کے لئے محبت و عقیدت کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں اور بے اختیار زبان پر یہ شعر جاری ہوتا ہے۔

بلاد بها حل الشباب تميمتي		واول ارض مسد جلدی ترابها

(ترجمہ) یہی وہ شہر ہے جس میں شباب نے میرے گلے کے تعویذ کھولے اور یہی وہ پہلی سرزمین ہے جس کی مٹی میرے بدن پر لگی۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ مرحوم ایک مثالی کردار کے عالم شخصیت تھے ان کی زندگی کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ وہ ایک عالم دین اور خطیب تھے قومی اسمبلی کے رکن تھے یہ ان کی پبلک زندگی تھی۔ دوسری طرف انکی نجی اور گھریلو زندگی تھی جس میں وہ ایک بیٹے 'بھائی شوہر اور باپ کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ یہ ایک عام مشاہدے کی بات ہے کہ پبلک زندگی میں بعض لوگ نہایت شریفانہ زندگی گزارتے ہیں عام مجالس میں ہر وقت کلمہ طیبہ وغیرہ کا ورد ان کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ پبلک مقامات پر اگر بعض لوگ ان کو سخت کلمات بھی کہیں تو وہ صبر و تحمل کا پیکر نظر آئیں گے۔ لیکن جب ان کی نجی زندگی کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے تو اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ ان کا رویہ شریعت کے مخالف ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی نجی زندگی اور پبلک زندگی میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے۔ اگر وہ باہر کے لوگوں کے لئے رحمت و شفقت کا مجسمہ ہوتے ہیں تو اپنے گھر والوں کیلئے بھی "رحماء بینهم" کا منظر پیش کرتے ہیں اگر وہ عام جلسوں اور جلوسوں میں رفاہ عامہ کے کاموں کیلئے چندہ دیتے ہیں تو اپنے اہل و عیال کو بھی اپنی حیثیت کے مطابق ان کا نان نفقہ دیتے ہیں اگر وہ لوگوں کو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دیتے ہیں تو خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں ان ہی مستثنیات میں ایک حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی شخصیت بھی نمایاں ہے۔

موجودہ دور میں سرکاری مدارس میں بعض آسامیاں ایسی ہیں جن کیلئے بعض منظور شدہ دارالعلوموں

سے فراغت کی سند حاصل کرنا ضروری ہے۔بد قسمتی سے بعض دارالعلوم جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اسناد فروشی کے مکروہ دھندے میں ملوث ہیں ان کے اس فعل شنیع کیوجہ سے عام دینی مدراس کے متعلق یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے بعض حاسدین اور دشمنوں نے اس سلسلے میں دارالعلوم حقانیہ کو بھی بدنام کرنے کا منصوبہ بنایا اور خفیہ پروپیگنڈہ بھی کیا۔ اس ضمن میں "بیس بڑے مردان حق" کا مصنف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ کوئٹہ سے ایک کرنل کسی مولوی صاحب کو لے کر آئے۔آتے ہی ایک خطیر رقم بطور چندہ دارالعلوم کے لئے پیش کی۔اس کے بعد فرضی سند مانگنے لگے۔جب انہوں نے سند کا ذکر چھیڑا تو مولانا مرحوم نے ناظم دارالعلوم سے فرمایا ان کی رقم واپس کردو کیونکہ یہ صاحب ہمیں رشوت دینا چاہتے ہیں۔یہ سن کر کرنل صاحب نے معافی مانگی اور کہا کہ ہمیں سند کی ضرورت نہیں۔ہم تو یہاں چھان پھٹک کیلئے آئے تھے کہ یہاں فرضی سند مل سکتی ہے یا نہیں؟ کرنل صاحب آپ سے بہت متاثر ہو کر واپس چلے گئے۔(۷)

موجودہ دور میں لوگوں نے سیاست کو تجارت سمجھ لیا ہے۔عام لوگ قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی کی سیٹ حاصل کرنے کے لئے پارٹی لیڈر کو لاکھوں روپے چندے کے نام پر دے دیتے ہیں اور جب سیٹ مل جاتی ہے تو اس کو جیتنے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربے کو استعمال کرتے ہیں۔راقم نے اس ضمن میں بعض متقی اور پارسا لوگوں کو دیکھا ہے کہ نشست جیتنے کیلئے انہوں نے ہر حربے کو استعمال کیا اور جب کسی خیر خواہ نے مشورہ دیا کہ جناب! یہ کردار آپکے شایان شان نہیں تو کلمۃ حق اوید بھا الباطل کے مصداق "الحرب خدعة" کورٹتے ہوئے وہ کارستانیاں فرمائیں کہ الامان والحفیظ۔

آیئے ہم یہاں پر اس مرد قلندر کا کردار دیکھتے ہیں کہ انہوں نے 1970ء کے انتخابات کے دوران کیا کردار ادا کیا تھا؟ جب انتخابات کیلئے امیدواروں کو نامزد کرنے کا مسئلہ پیش آیا تو اس حلقے کے لوگوں کی نگاہیں مولانا مرحوم پر پڑ گئیں کہ جمیعت العلماء اسلام کی طرف سے ان کو نامزد کیا جائے۔مگر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ مجھے ان ہنگاموں سے بڑی وحشت ہے انسان تو کیا کسی چیونٹی سے بھی محاذ آرائی اچھی نہیں لگتی۔پھر ان انتخابات کے ہنگاموں میں ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل، سب و شتم، مبالغہ آمیز دعووں اور وعدوں کے ایسے میدان میں کیسے کود سکتا ہوں؟(۸)

حضرت مولانا مرحومؒ کو انتخابات میں حصہ لینے کے لئے بڑی مشکل سے راضی کر لیا گیا اسی سلسلے میں جمعیت کے بڑے بڑے اکابر نے ان کی منت سماجت کی جب ان کے سامنے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تو فرمایا:

"نہ کسی سے خود ووٹ کا مطالبہ کروں گا، نہ انتخابی ہنگاموں میں شرکت کروں گا اور نہ مخالفین کے سب و شتم کا جواب دیا جائے گا۔انتخابات میں ہر امیدوار اپنی اہلیت اور استحقاق کے دعوے کرتا ہے یہ شرعاً ناجائز اور مذموم ہے میں اپنی نااہلی کے باوجود اہلیت کے دعوے کیسے کروں گا۔(۹)

1970ء کے الیکشن کی گہما گہمی تھی اس وقت مولانا مرحوم جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے امیدوار تھے ان کا مقابلہ عوامی نیشنل پارٹی کی اس وقت کی ایک اہم شخصیت جناب اجمل خٹک سے تھا اس وقت بھی اجمل خٹک کی پارٹی میں ایک اہم پوزیشن تھی۔ پارٹی والوں نے اس نشست کی جیت کو موت و حیات کا مسئلہ بنالیا تھا۔ اس دوران بعض ناگفتہ بہ واقعات پیش آئے تھے ایک مرتبہ نیشنل عوامی پارٹی کے بعض کارکنوں نے دارالعلوم حقانیہ کے بعض طلبا کے ساتھ کچھ تلخ کلامی کی اور علما کے متعلق کچھ ناشائستہ کلمات کہے۔ بندہ ان دنوں مسجد کے قریب مولانا مرحوم کے ذاتی کمروں میں رہائش پذیر تھا۔ شوروغل سنتے ہی میں بھی مسجد کی طرف چل پڑا۔ اس وقت مولانا مرحوم بھی گھر سے باہر تشریف لا چکے تھے اور طلباء کو صبر و تحمل کا درس دے رہے تھے کہ ہمارے اسلاف نے کبھی گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا حقیقت یہ ہے کہ اس الیکشن کے دوران بعض انتہائی تکلیف دہ واقعات پیش آئے جن کے بیان کرنے سے وہ زخم پھر تازہ ہو جائیں گے۔ الیکشن کی اس پوری مہم کے دوران میں نے کسی موقع پر مولانا مرحوم کو جذبات سے مغلوب ہوتے نہیں دیکھا۔ مولانا مرحوم نے اس تمام معرکے میں نہایت صبر واستقلال اور حوصلے سے کام لیا۔ ہر زخم سہا اور ہر چوٹ سہی لیکن زبان سے اف تک نہ کی۔ مولانا مرحوم نے قومی اسمبلی کے انتخابات میں تین مرتبہ حصہ لیا اور تینوں مرتبہ اپنے مقابل امیدواروں کے مقابلے میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ 1970ء کے انتخابات میں انکے سب سے بڑے حریف جناب اجمل خٹک تھے۔ اجمل خٹک کو 29290 ووٹ جب کہ مولانا مرحوم کو 32234 ووٹ ملے۔ 1977ء کے انتخابات میں تین صوبوں بلوچستان، سندھ اور پنجاب کے وزراء اعلیٰ بلامقابلہ کامیاب ہو گئے جبکہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ نصر اللہ خان خٹک کو مولانا عبدالحق مرحومؒ کے مقابلے میں شکست ہوئی۔ 1985ء کے انتخابات میں مولانا مرحوم کو 58 ہزار اور ان کے حریف اسلم خٹک کو دس ہزار ووٹ حاصل ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں اپنے دین متین کی حفاظت کیلئے ایسی مقدس ہستیاں پیدا کیں جن کی زندگیاں اظہار حق اور ابطال باطل کیلئے وقف رہیں سخت نامساعد حالات اور الحادی قوتیں انہیں صراط مستقیم سے ایک انچ بھی نہ ہٹا سکیں۔ بندہ ان لوگوں کے ساتھ محبت کو اپنی سرمایہ حیات سمجھتا ہے۔

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

مولانا کوثر نیازیؒ اپنی تصنیف "جنہیں میں نے دیکھا" میں حضرت مولانا عبدالحقؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

میں شیخ الحدیث سے ملا تو انکی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا۔ ان کا اسوقت کا سراپا اور بعض عادات اب تک میری نگاہوں میں ہیں۔ سرخ و سپید چہرے پر خوبصورت سفید براق ڈاڑھی، ڈیل ڈول متناسب نہ پتلے نہ موٹے، چترالی چغہ زیب تن، سر پر دستار پاؤں میں دیسی جوتا جسے عرف عام میں کھوسا کہتے ہیں۔ چہرے پر ایسا بھولپن اور معصومیت کہ دیکھنے سے جی نہ بھرے۔ اتنے بڑے

عالم مگر مظاہرہ علمیت کے طور طریقوں سے کوسوں دور۔ خلیق اور متواضع اتنے کہ میں دن اور رات میں جتنی مرتبہ کمرے میں آتا جاتا اور وہ اس سے پہلے وہاں تشریف فرما ہوتے تو اٹھ کر استقبال کرتے میں ہر طرح ناچیز اور ہیچ ہمدان مگر اتنی شفقت فرماتے جیسے میں خادم نہیں مخدوم ہوں۔ (۱۰)

مختصر یہ کہ حضرت مولانا عبدالحق مرحومؒ ایک جامع الصفات شخصیت تھے سفر ہو یا حضر خلوت ہو یا جلوت مولانا کی زندگی ہر حالت میں خشیت الٰہی کی مرقع تھی۔ بندہ نے خود دیکھا ہے کہ جون جولائی کی کڑکتی گرمیوں میں ظہر کی نماز کے بعد آپ دور سے دارالعلوم پیدل تشریف لاتے۔ عام علماء کا یہ دستور ہے کہ وہ جب کہیں پیدل جاتے ہیں تو اپنے ساتھ دو تین طالب العلموں کو ساتھ ضرور لے جاتے ہیں۔ جبکہ مرحوم اس قسم کے تکلفات کے قائل نہیں تھے۔ عصا ہاتھ میں لئے نظریں نیچی کی ہوئیں وہ مرد قلندر اس طرح چلتے تھے گویا وہ اکوڑہ خٹک میں کوئی مسافر اور پردیسی ہے جس کا کوئی جاننے والا نہیں۔

بدقسمتی سے میں اپنے استاد محترم کے جنازے میں شرکت نہ کر سکا۔ بندہ ان دنوں اپنے گاؤں گل آباد (مرہ) میں رہائش پذیر تھا اس وقت بندہ کے گھر میں نشرو اشاعت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اخبارات بھی ان دنوں گاؤں نہیں منگوائے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے میں ان کی وفات سے بروقت خبر نہ ہو سکا۔ کافی دنوں بعد ایک دوست نے مولانا مرحومؒ کی وفات کی خبر سنائی بے اختیار زبان پر یہ شعر آگیا۔

من شآ بعلاك فليمت فعليك كنت أحاذر

حضرت مولانا مرحومؒ نے ۷ ا ستمبر 1988ء کو خیبر ٹیچنگ ہسپتال میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

....

مصادر و مراجع

۱۔ الرحمان، ۲۶
۲۔ الجامع الصحیح: للمسلم کتاب الادب باب اذا احب اللہ عبداً حببہ الی عبادہ
۳۔ اکابر علمائے دیوبند، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور۔ ص ۳۴۲
۴۔ دارالعلوم حقانیہ کا مختصر تاریخی جائزہ، پروفیسر افضل رضا، ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ماہ نومبر 1996ء
۵۔ ایضاً
۶۔ الترغیب والترھیب للامام المنذری، دارالحدیث قاہرہ جزء رابع کتاب التوبۃ والزھد ص ۱۹۷
۷۔ بیس مردان حق، عبدالرشید ارشد، مکتبہ رشیدیہ لاہور۔ ص ۹۵۴
۸۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ، موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ ص ۱۵
۹۔ ایضاً
۱۰۔ جنہیں میں نے دیکھا، مولانا کوثر نیازی، جنگ پبلشرز لاہور، ص ۱۵۹